ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

مکی دورِ نبوی میں حضور ﷺ کی صحابہ کرام کی تربیت اوران سے محبت کے مختلف طریقےاور دورِ حاضر میں اُن کی تطبیق

The training of the Companions of the Holy Prophet in the Meccan period and the different ways of loving them and their application in the present day

☆**محمد اویس** : پی ایچ ڈی سکالر، محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد جموں و کشمیر
☆**پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ عابد**: محی الدین اسلامی یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد جموں و کشمیر

Abstract

Every aspect of the prophet's life has infinite beauty and charm in it, and from whatever angle it is seen, our master, Hazrat Muhammad, peace be upon him, is unique and unparalleled in terms of his beauty. In this article, I want to mention something about the love and compassion of the Holy Prophet for his Companions.The life of our master and teacher, Khatam-il-Nabiyyah, Hazrat Muhammad Mustafa ,□ has the distinction that the creator of the universe himself has preserved the glory of this holy being in his holy words forever. In the Holy Quran, Allah Almighty Says You have a great character. God Almighty declares that His Beloved Messenger Muhammad Mustafa (peace be upon him) holds the highest heights of morality. The great creation of Muhammad □ is a masterpiece of all-round and unparalleled comprehensiveness. Two verses about compassion and love for one's companions are particularly noteworthy. On one occasion, Allah testified that Allah's perfect mercy has made the beloved of God the embodiment of mercy If not, this People would never have gathered around you. In another verse, he said: "I have come to you as a messenger of my own dear ones, and I have not given you any desire for salvation." M◌̈ (Repentance: 128) O believers! A person from your own nation has come to you as a messenger. Your suffering is burdened by him, and he is hungry for good for you, and he is loving to the believers and very merciful.Faith-enhancing visions of this holy testimony of God Almighty can be seen in places in the holy life of the Holy Prophet .□ That blessed being, who was Rahmatul Laa Lamin, was the embodiment of mercy for all the worlds and creatures, for his namesakes and companions, his compassion and love was something else. The love and compassion of the Messenger of Allah (□) continued to shower everywhere, everywhere and on everyone in such a way that everyone's feet were completely filled and there was not a single person who was deprived of this bounty. Children also became fertile and adults too. Women also got a share and so did men. Azad also became a subject of this love and slaves too. The poor were also enriched by this compassion and so were the rich. The love and compassion continued during the day and also at night. Even in poverty, their benevolent master was gracious to them and also in generosity. Therefore, the love and compassion of the Holy Prophet □ continued to rain down on every section of the Companions like heavy rain. Blessed are those holy beings who became the subjects of the mercy of the two worlds ,□ ,and blessed are those faithful souls who keep on circumambulating this everlasting candle of love

***Key Words**: Love and Care of Prophet for his companions, Mercy and Respect of Prophet for his companions .*

تعارف موضوع

دنیا میں کسی بھی شخصیت کی عظمت کا اندازہ اُس کے زیر تربیت لوگوں کے کردار سے لگایا جاسکتا ہے اگر اُسکے حلقہ ارادت میں رہنے والے لوگ اُس کے بارے میں اچھی اور بہترین رائے رکھیں۔ تواُس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس شخصیت کی فکر نے لوگوں کو متاثر کیا ہے۔ تاریخ عالم کی شخصیات کا مطالعہ کرنے سے ہمیں صرف ایک شخصیت ایسی ملتی ہے جو اس معیار پر پوری اترتی ہے اور وہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ اس میں حضور ﷺ کے مختلف انداز تربیت پر بحث کی جائے گی۔ خوشی و غم کی کیفیت میں، امن و جنگ کی کیفیت میں، انفرادی واجتماعی ماحول میں، معاشی و معاشرتی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

معاملات میں، سفارتی وسیاسی معاملات میں، خانگی اور ذاتی معاملات غرض یہ کہ ہر گوشہ زندگی میں حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جو تربیت و محبت کا انداز اپنایا۔ان کو قرآن وحدیث اور امت کے مشاہیر کے افکار کی روشنی میں ایک جدید انداز میں پیش کیا جائے گا۔
جس سے جدید دنیا میں لیڈر اور کارکن کا رشتہ، استاد اور شاگرد کا رشتہ، جنرل اور سپاہی کا رشتہ، وزیر اور مشیر کا رشتہ غرض یہ کہ ہر شعبہ زندگی میں مثبت تحریک سرانجام دینے والوں کو حضور ﷺ کا مکی دور تربیت و محبت مشعل راہ ہوگا۔
حضور ﷺ کی زندگی، انسانی حیات کے ہر شعبے کے لئے رہنمائی ہے، چونکہ آپ ﷺ کو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا [1] ترجمہ: اور بے شک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے

اصحاب کی ایسی تربیت کی کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال نہیں ملتی۔یوں تو آپ ﷺ کی زندگی پر تاریخ دانوں نے بہت کچھ لکھا۔اور آپ ﷺ کے زندگی کے زیادہ تر پہلوؤں کو صفحہ قرطاس پر منتقل اب بھی اور قیامت تک آنے والے انسان، تاریخ دان، محدثین، مفسرین، علماء، محققین آپ ﷺ کے زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کو لیکر لکھتے رہیں گے۔زیر نظر تحقیق کا

1۔ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی، سنن ابن ماجہ، فضل العلماء والحث علی طلب العلم، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ، کراچی، جلد 1، صفحہ 21۔

مقصد بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ نے بطور معلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنھم کی کیسی تربیت کی اور اُن سے آپ ﷺ کے محبت کے انداز اور صحابہ کرام کی آپ ﷺ سے محبت کے انداز کیسے تھا۔ حضور ﷺ کی شخصیت ایسی شخصیت ہے کہ اُن پر صبحِ قیامت تک تحقیق ہوتی رہے گی۔اور انسانیت اس تحقیق سے فائدہ اٹھا تی رہے گی۔

حضور ﷺ کی زندگی کے ابتدائی چالیس سال صرف وصرف صداقت اور امانت والی تربیت و محبت پر مبنی تھی۔جس سے پورا مکہ مستفید ہو رہا تھا۔وامانت ہی کے نتیجے میں جو لوگ حضور ﷺ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔انھیں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی عظیم نعمت سے ہمکنار فرمایا۔اور مکی دور کے تیرہ(13) سال کے اندر حضور ﷺ نے اپنی تربیت و محبت سے ایسی جماعت تیار کر لی تھی۔جس نے دنیا کے نظریاتی، سیاسی، سفارتی حدود اربعہ کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔اور اس جماعت نے انسانیت کے لئے ایسی ضیاء پاشیاں کی ہیں کہ انسانیت آج تک اس جماعت کے فیضان سے مستفید ہو رہی ہے اور قیامت تک مستفید ہوتی رہے گی۔دنیا میں خیر کی جتنی بھی تحریکیں قیامت تک جنم لیں گیں۔وہ حضور ﷺ کے مکی دور کے صحابہ کرام کی زندگیوں سے ضرور استفادہ حاصل کرتی رہے گی۔اکیسویں صدی میں جب دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔اب جنگ کے میدان کی بجائے سرد جنگ کے ذریعے نظریاتی طور پر فتح وشکست کی راہیں اختیار کی جارہی ہیں۔اس مادیت زدہ دور میں مسلمانوں کو بالخصوص اور عام انسانیت کو بالعموم حضور ﷺ کے مکی دور کے انداز تربیت سے سبق حاصل کر کے دنیا کو امن کا گہوارہ بنانا ہوگا۔دہشت گردی کی جنگ ہو یا لبرل ازم، تمدنی انتہاء پسندی ہو، یا فتنہ الحاد ہو انسانیت کا بچاؤ صرف اور صرف سیرت النبی ﷺ پر عمل کرنے سے ہی ممکن بنایا جاسکتا ہے۔
حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت اور اُن سے محبت ساری زندگی کی یہ مدت(23) تئیس سال کے عرصہ تک پر محیط ہے۔یہاں صرف مکی دور نبوی ﷺ کی تربیت و محبت کے انداز پر بحث کی جائے گی۔یعنی غار حراء کی پہلی اقرا باسم ربک الذی خلق [1] سے آغاز کر کے حضور ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے تک صحابہ کرام ﷺ کے ساتھ تربیت و محبت کے تمام امور پر ممکنہ حد تک بحث کی جائے گی۔

مکی دور کا تعارف:

مکی دور سے مراد یہ

ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔اور جب غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا اور قرآن کی پہلی آیات نازل ہوئیں۔پھر قرآن کریم کی سورتیں دو قسم کی ہیں۔بعض سورتیں مکی ہیں اور بعض مدنی۔ سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کے معیار کے بارے میں مفسرین کرام کے تین اقوال ہیں۔

1۔بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جو سورتیں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وہ مکی سورتیں ہیں اور جو سورتیں مدینہ میں نازل ہوئی وہ سورتیں مدنی ہیں۔گویا مفسرین کے مکی اور مدنی سورتوں کی وجہ تسمیہ باعتبار مکان نزول کے ہے۔

2 ۔مفسرین کی دوسری جماعت کی رائے یہ ہے کہ جن سورتوں میں اہل مکہ کو خطاب کیا گیا ہے وہ سورتیں مکی ہیں اور جن سورتوں میں اہل مدینہ کو خطاب کیا گیا ہے۔وہ سورتیں مدنی ہیں۔گویا ان کے نزدیک وجہ تسمیہ میں مخاطب کا اعتبار کیا گیا ہے۔

3۔مفسرین کرام کی تیسری جماعت کی رائے جو زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ جو حصہ قرآن کا ہجرت سے پہلے نازل ہوا وہ مکی ہے اور بعد

1۔سورۃ العلق 1/96

ہجرت کے جس قدر قرآن کا نزول ہوا وہ مدنی ہے۔بعد از ہجرت نازل ہونے والے حصہ میں اُن تمام سورتوں کی حالت یکساں مانی جاتی ہے۔جو عام الفتح اور عام حجۃ الوداع میں بمقام جگہ یا اور کسی سفر میں نازل ہوئیں۔

عثمان بن

سعید نے یحییٰ بن سلام کی سند سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ " خاص مکہ میں اور سفر ہجرت کے اثناء میں رسول اللہ ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے قبل جس قدر حصہ کلام اللہ کا اُترا وہ مکی ہے اور رسالت مآب ﷺ کے مدینہ آجانے کے بعد آپ ﷺ کے سفروں کی حالت میں جس حصہ کا نزول ہوا وہ مدنی کے ساتھ شامل ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ از روئے اصطلاح سفر ہجرت کے اثناء میں جو حصہ قرآن کا نازل ہوا وہ مکہ شمار ہوتا ہے دوسری اصطلاح میں مکی اسی کو کہتے ہیں۔جس کا نزول مکہ میں ہوا خواہ بعد ہجرت ہی کیوں نہ ہوا ہو۔اور مدنی وہ ہے جس کا نزول مدینہ میں ہوا۔اس اصطلاح کے اعتبار سے دونوں باتوں میں واسطہ کا ثبوت بہم پہنچتا ہے اور سفر کی حالتوں میں نازل ہونے والا ٹکڑا مکی اور مدنی کچھ بھی نہیں کہلا سکتا۔

طبرانی

نے اپنی کتاب کبیر میں ولید بن مسلم کے طریق سے بواسطہ عضیر بن معدان از سلم بن عام از ابی امامہ اس حدیث کی تخریج کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قرآن تین جگہوں پر نازل کیا گیا۔مکہ ،مدینہ اور شام میں ولید کہتا ہے کہ شام سے بیت المقدس مراد ہے مگر شیخ عماد الدین بن کثیر کہتے ہیں لفظ شام کی تفسیر "تبوک" کے ساتھ کرنا زیادہ مناسب ہے۔[1]

علامہ

جلال الدین سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن لکھا ہیں کہ مکہ میں اُس کے قرب وجوار کے مقامات مثلاً منٰی، عرفات، مدینہ بھی داخل ہیں اور مدینہ میں اُس کے نزدیک واقع ہونے والے مقامات جیسے بدر، احد، سلع اور تیسری اصطلاح یہ ہے کہ مکہ وہ حصہ ہے جو اہل مکہ کی جانب خطاب کرنے کے لیے نازل ہوا اور مدنی وہ جس کا روئے سخن اہل مدینہ کی طرف ہے۔[2]

سیرت نگاروں کے نزدیک مکی دور سے مراد یہ ہے۔جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو مکہ دور شروع ہو گیا۔جب رسول اللہ ﷺ پر غارِ حرا میں وحی نازل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہوئی پھر رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے کہا جلدی سے مجھے چادر اُڑھا دو۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی۔ پھر آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔اس نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی

تصدیق کی پھر عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ ، آزاد مردوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔[3]

اس کے بعد رسول

اللہ ﷺ نے تین سال خفیہ طور پر دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔اللہ تعالی کی طرف سے حکم ہوا:

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ [4]

1۔ محمد عبد العظیم الزرقانی، مناھل العرفان فی علوم القرآن، دار الکتاب العربی، بیروت، 1995ء جلد1، صفحہ 193۔

2۔ جلال الدین سیوطی، اتقان فی علوم القرآن، مکتبہ العلم، طابع خالد مقبول، مطبع، لٹل سٹار پرنٹرز، 18اُردو بازار، لاہور، پاکستان جلد1، صفحہ 49،50

3۔ ابو الحسن علی ندوی، نبی رحمت ﷺ، مجلس نشریات اسلام 1۔کے۔3۔ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر۔1، کراچی، صفحہ 148، 149 ۔

4۔ سورۃ الشعراء 26/ 214

رسول اللہ ﷺ نے کوہ صفا پر اعلان فرمایا کہ :" فانی نذیرٌ لکم بین یدی عذاب شدید" میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈرانے اور آگاہ کرنے آیا ہوں۔جو بالکل تمہارے ہاتھوں کے سامنے ہے۔جب مشرکین مکہ نے یہ سنا تو اُن سب پر ایک خاموشی چھا گئی لیکن ابو لہب نے کہا۔سارے دن تمہارے لیے خرابی ہو، کیا یہی کہنے کے لیے تم نے ہمیں بلایا تھا۔[1]

پھر رسول اللہ ﷺ نے اعلانیہ تبلیغ کا آغاز فرمایا: تو مشرکین مکہ آپ ﷺ کے سخت مخالف ہوگئے۔اور آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔اور جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا تھا۔انہیں بھی تکالیف دینے لگے۔لیکن رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول اللہ ﷺ نے صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا اور مشرکین مکہ کی طرف سے ہر ظلم کو برداشت کیا۔[2]

جب مشرکین مکہ کے مظالم حد سے تجاوز کر گئے۔تو 5 نبوی کو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔وہاں جا کر مسلمان آرام وسکون سے اسلام کے احکامات بجالائے۔

مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے خاندان بنو ہاشم کے ساتھ سماجی بائیکاٹ کیا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کے افراد شعب ابی طالب کی گھاٹی میں جا کر قیام پذیر ہوئے۔وہاں تقریباً تین سال گزارے اور بہت سی مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔جب سماجی بائیکاٹ ختم ہوا اور بنو ہاشم مکہ مکرمہ واپس آکر آباد ہوئے۔[3]

رسول اللہ ﷺ طائف کی طرف دعوت و تبلیغ کا پیغام لے کر گئے۔لیکن اُنھوں نے بھی آپ ﷺ کی دعوت کا انکار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو بہت تکالیف دیں۔یہاں تک کہ آپؐ نے عتبہ وشیبہ کے باغ میں پناہ لی۔[4] رسول اللہ ﷺ طائف سے پھر مکہ مکرمہ تشریف لائے۔[5]

رسول

اللہ ﷺ ہجرت سے 18 ماہ قبل اپنے مکان میں سو رہے تھے تو جبرائیلؑ اور میکائیلؑ آئے اور آپ ﷺ کو اُوپر آسمانوں میں لے کر گئے اور جنت اور دوزخ کی سیر کرائی وہاں سے واپسی پر اللہ نے مسلمانوں پر پانچ (5) وقت کی نماز فرض فرمائی۔[6]

رسول اللہ ﷺ زمانہ حج میں بھی دوسرے شہروں اور ملکوں سے آنے والے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے چنانچہ مدینہ منورہ کے چند لوگوں نے اسلام قبول کیا۔اسے تاریخ میں بیعت عقبہ اولی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔پھر دوسرے سال 70 آدمی

1۔ابوالحسن علی ندوی، نبی رحمت ﷺ ، صفحہ 151،153

2۔ محمد بن اسحاق بن یسار، ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرت ابن ہشام، اردو ترجمہ، یسین علی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط 3، مئی 1994ء، جلد 1، صفحہ 170، 171

3۔ محمد بن سعد، المتوفی 230ھ، طبقات ابن سعد، تحقیق، محمد عبد القادر عطاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، جلد، 1، صفحہ، 162،164

4۔ قاضی عبدالدائم دائم، سیدالوری ﷺ، جلد 1، صفحہ، 259،262

5۔ محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ ، جلد 2، صفحہ 454

6۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعلمین، جلد 1، صفحہ 96،98

آئے۔اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اسے تاریخ میں بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[1]

جب مکہ مکرمہ میں مشرکین مکہ کے ظلم وستم حد سے تجاوز کر گئے۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں ہجرت گاہ دکھائی گئی۔اور مسلمان ایک ایک کر کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔

جب مسلمان ایک ایک کر کے مدینہ چلے گئے اور پیچھے وہ مسلمان رہ گئے جو فتنہ میں ڈال دیے گئے یا قید کر دیا گیا تھا یا مریض یا ضعیف تھے اور رسول اللہ ﷺ ، ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے۔[2]

جب مشرکین مکہ نے دیکھا کہ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔اب رسول اللہ ﷺ بھی وہیں چلے جائیں گے۔سب دار الندوہ میں جمع ہوئے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں باہم مشورہ کریں۔شیطان شیخ نجد کی شکل میں آیا۔بحث چھڑی ہر ایک نے اپنی رائے کے مطابق مشورہ دیا۔ہر ایک کی رائے کو ابلیس رد کرتا تھا کسی کی رائے کو پسند نہ کیا۔[3]

ابو جہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہم قریش کے ہر ہر قبیلے کا الگ الگ شخص لیں جو بہادر اور دلیر ہو۔سب مل کر رسول اللہ ﷺ کو ماریں تاکہ آپ ﷺ کا خون بہا تمام قبائل میں تقسیم ہو جائے۔اور ابلیس نے کہا کہ واللہ رائے تو یہی صائب ہے ورنہ پھر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔اس بات پر اتفاق ہو کر سب لوگ منتشر ہو گئے۔حضرت جبرائیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔آپ ﷺ کو اس خبر سے آگاہ کیا۔اور مشورہ دیا کہ آج رات آپ ﷺ اپنی خوابگاہ میں نہ سوئیں۔رسول اللہ ﷺ حضرت

ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالی نے مجھے روانگی کا حکم دے دیا ہے۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی یا رسول ﷺ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گا آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دو اونٹنیاں پہلے سے تیار کر رکھی تھیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے قیمت دے کر ایک اونٹنی خرید لی جس کا نام قصوا تھا۔آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا۔اس شب کو وہ آپ ﷺ کی خوابگاہ میں سوئیں۔علیؓ سوئے اور اُنھوں نے ایک سرخ حضرمی چادر اوڑھ لی۔جو رسول اللہ ﷺ اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔[4]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

قریش کا گروہ جمع ہوا انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کر لیا۔ اور آپ ﷺ کی گھات میں تھے۔ اور آپ ﷺ کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس سے باہر آئے اور آپ ﷺ دو لپ سنگ ریزے اُٹھائے اور اُن لوگوں کے سروں پر چھڑکا اور سورۃ یٰسین کی تلاوت فرما کر گزر گئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت علیؓ بستر سے اُٹھے۔ قریش کے گروہ نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا مجھے علم نہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے غارِ ثور میں قیام فرمایا وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ [5]

1۔ ملک، محمد عبداللہ ایم۔اے، تاریخ اسلام، صفحہ 58

2۔ محمد بن سعد، التوفی 230ھ، طبقات ابن سعد، تحقیق، محمد عبدالقادر عطاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، جلد 1، صفحہ 174، 175

3۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعلمین، جلد 1، صفحہ 106، 107

4۔ اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ الاسلام، جلد 1، صفحہ 149، 152

5۔ محمد بن سعد، التوفی 230ھ، طبقات ابن سعد، تحقیق، محمد عبدالقادر عطاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، جلد 1، صفحہ 174، 175

جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے نکلے تو مکی دور کا اختتام ہو گیا۔ اور اس کے بعد سفر ہجرت تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اس کے بعد کے دور کو مدنی دور کہتے ہیں۔

مکی دور کے صحابہ کرام کا تعارف

صحابی کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

الصحابی لغة:مشتق من الصحبة،ولیس مشتقا من قدرخاص منها، بل ھو جارعلی کل من صحب غیرہ قلیلا اوکثیرا۔

کمااان قولک:مکلم، ومخاطب، وضارب مشتق من المکالمة، و المخاطبة، والضرب۔

وجارعلی کل من وقع منه ذلک، قلیلا اوکثیرا۔ یقال: صحبت فلانا حولا وشھرا ویوما وساعة وھذا یوجب فی حکم اللغة اجراءھا علی من صحب النبیﷺ ساعة من نھار۔

قال السخاوی: الصحابی لغة: یقع علی من صحب اقل مایطلق علیه اسم صحبة، فضلا عمن طالت صحبته وکثرت مجالستة -

صحابی لغت کے اعتبار سے مشتق ہے۔ لفظ صحبت سے اور نہیں ہے مشتق اس کے خاص اندازے سے۔ بلکہ یہ تعریف جاری ہوتی ہے۔ ہر اس شخص پر جو دوسرے کی صحبت اختیار کرے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

جیسے آپ کا قول مکلم (کلام کرنے والا) اور مخاطب مشتق ہے مکالمۃ اور مخاطبۃ سے۔ اور لفظ ضارب مشتق ہے ضرب سے۔

اور اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہر اس شخص پر جس ضرب یا خطاب واقع ہو جائے، خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ کہا جاتا ہے میں نے فلاں کی صحبت اختیار کی۔ سال اور مہینہ اور دن یا ایک ساعت۔ اور اس سے واجب ہوتا ہے کہ لغت کے اعتبار سے لفظ صحابی کا اجراء ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحبت اختیار کی ہو۔ تھوڑا وقت دن کا۔ امام سخاوی نے کہا: صحابی لغت میں ہر اس شخص کو کہتے ہیں جس پر لفظ صحبت کا اطلاق ہو۔ اور جس کی صحبت لمبی ہو اور مجالس زیادہ ہوں اس پر بطریقہ اولیٰ اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

اصطلاحی تعریف :

من لقی النبی ﷺ مسلما و مات علی اسلامه ۔ترجمہ: صحابی وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے حالت ایمان میں ملاقات کرے اور اسلام پر اس کو موت آئے۔ صحابی وہ ہے جس کی ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوئی ہو، اور اسلام پر ہی اس کو وفات ہوئی ہو۔ جس کی بناء پر ہر وہ شخص صحابہ کرام میں شامل ہو گا جس کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی ہو۔ خواہ اس کی نشت زیادہ دیر رہی یا کم۔ اور جس نے آپ ﷺ سے روایت کی یا نہیں کی۔ جس نے آپ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا یا نہیں کیا، اور جس نے صرف آپ ﷺ کو دیکھا اگر چہ آپ ﷺ کی مجلس اختیار نہیں کی اور جو کسی معذوری مثلا نابینے پن کی وجہ سے آپ ﷺ کو نہیں دیکھ سکا۔[1]

محمد بن اسماعیل البخاری نے الجامع الصحیح البخاری میں صحابی کی تعریف یوں کی ہے کہ :

1۔احمد بن علی بن حجر العسقلانی،الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، بیرت، لبنان، جلد 1، صفحہ 8،9

من صحب النبی صلی الله علیه و آله وسلم او راہ من المسلمین فهو من الصحابة[1]

ترجمہ: جو بھی نبی کریم ﷺ کا ہم نشین رہا ہو یا مسلمانوں میں سے کسی نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو تو وہ آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ہے

سابقین اولین:

رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر جو لوگ ابتداء میں مسلمان ہوئے ان کو سابقین اوّلین کہا جاتا ہے۔ اور حضور ﷺ کے اصحاب میں ان کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ[2]

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جن مسلمانوں نے نیکی میں ان کی اتباع کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے سے دریا بہتے ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

صداقت وامانت کی اخلاقی تربیت:

حضور ﷺ کی تربیت کا انداز ہ یہ تھا کہ آپ ﷺ صداقت اور امانت کا درس دیا کرتے تھے بلکہ خود اپنے کردار سے عملی طور پر کر کے دیکھا یا۔ اور خاموشی کے ساتھ تربیت کا انداز تھا اور جتنے بھی مکی صحابہ کرام ہیں وہ آپ ﷺ کی صداقت اور امانت کی کی وجہ سے ایمان لے آئے۔ نبوت سے پہلے چالیس سال کے عرصہ میں آپ ﷺ نے صداقت اور امانت کا درس دیا اور خود اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔

حضور ﷺ کے نبوت سے پہلے چالیس سال جو تھے اس دور میں رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا انداز یہ تھا کہ آپ ﷺ نے خاموشی کے ساتھ تربیت کی ہے۔ اپنے اخلاق کے ذریعے، اپنے کردار کے ذریعے ان میں صداقت اور امانت تھی کہ دشمن بھی آپ ﷺ کو صادق اور امین کہتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کی اخلاقی تربیت تھی، اس تربیت کا یہ اثر ہوا کہ بہت سے صحابہ کرام مکہ میں اسلام لائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تاجر پیشہ خاتون تھیں۔ تجارتی مال شام بھیجا کرتی تھی ان کا تجارتی سامان پورے قریش کے سامان کے برابر ہوتا تھا وہ مردوں کو اجرت پر بھیجتی تھی۔ اور بطور مضاربت انھیں رقم دیتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی صداقت، امانت و اخلاق کریمانہ ہی کی وجہ سے آپ ﷺ کو سامان تجارت شام کی طرف بھیجا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر آپ ﷺ میرا سامان تجارت لے کر جائے تو میں آپ ﷺ کو دوگنا نفع دوں گی جو آپ کے قوم کے کسی شخص کو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

دیتی ہوں۔آپ ﷺ کی راضی ہوگئے۔سامان تجارت لے کر عازم سفر ہوئے حتی کہ آپ ﷺ پہلے شام گئے۔آپ ﷺ بصرہ کے بازار میں تشریف لے گئے وہاں سامان کی خرید وفروخت کی۔آپ ﷺ کی صداقت ومعاملہ فہمی کی وجہ سے حضرت خدیجہ کو پہلے زیادہ منافع ہوا۔اس سفر میں

1۔محمد بن اسماعیل البخاری،الجامع الصحیح البخاری،مکتبہ رحمانیہ،جلد1،صفحہ 644

2۔سورۃالتوبہ 9 / 100

حضرت خدیجہ کا غلام بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔واپس مکہ آکراس (میسرہ) نے بھی آپ ﷺ کی صداقت و امانت اوراخلاق کی گواہی دی۔ جس کی وجہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہانے آپؐ کو جو منافع طے کیاہوا تھااس سے دوگنا منافع دیا۔حضرت خدیجہ نے بھی آپ ﷺ کی صداقت اور امانت ہی کی وجہ سےاور آپ کے اخلاق کریمہ کی وجہ سے ایمان لائیں۔[1]

جب مکہ میں بارش کی وجہ سے سیلاب آ گیا۔جس سے بہت سی عمارتیں گر گئی۔کعبہ کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔قریش نے کعبہ کی عمارت کونئے سرے سے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔عمارت بنانے میں تمام قبائل نے حصہ لیا۔مگر جب حجراسود رکھنے کی باری آئی تو قریش کے تمام قبائل میں اختلاف پیدا ہوگا۔ابوامیہ بن مغیرہ نے یہ تجویز دی کہ کل صبح مسجد الحرام کے باب صفاسے جوآدمی پہلے داخل ہو۔اسے ثالث اور حاکم مان لیا جائے۔وہ جو فیصلہ کرے۔سب کے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔دوسرے روز رسول اللہ ﷺ اس دروازے سے داخل ہوئے سب لوگ پکار اٹھے (هذا الامين رضينا) امین آگئے۔ہمیں ان کا فیصلہ منظور ہے حضور ﷺ نے چادر بچھاکر حجراسود کو رکھ کر تمام قبائل کے سرداروں سے کہا کہ اسے اٹھاؤ۔پھر حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی جگہ پر رکھ دیا۔حضور ﷺ کے معاملہ فہمی کی وجہ سے حرم پاک خونریزی سے بچ گیا۔[2]

نبوت کے بعد بھی آپ ﷺ کے دشمن بھی آپؐ کی صداقت کا اعتراف کرتے تھے قریش مکہ میں آپؐ کا سب سے بڑامخالف ابو جہل سمجھا تھاوہ بھی آپؐ کو(نعوذ باللہ) جھوٹا کہنے کی ہمت نہ کر سکا۔جنگ بدر کے موقع پر اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا کہ تم جو محمد (ﷺ) کو جھٹلاتے ہو۔کیا واقعی اسے جھوٹا سمجھتے ہو؟جواب میں اس نے کہا : بخدا میں نہیں سمجھتا کہ محمد(ﷺ) جھوٹ بولتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے خود نبی کریم ﷺ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ :

انا لا تكذبک ولكن تكذب ماجئت به[3]

" ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، مگر جوکچھ آپ پیش کرر ہے ہیں (قرآن) اسے جھوٹ قرار دیتے ہیں "

حضور ﷺ نے خود سچ بول کر دکھایا اور امانت میں آپ ﷺ نے کبھی خیانت نہیں کی۔قریش مکہ آپؐ کے جانی دشمن ہونے کے باوجود اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے تھے۔ہجرت کی شب جب مشرکین مکہ آپؐ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے تھے تو اس وقت بھی انھیں یقین تھا کہ ہماری امانتیں ان کے پاس محفوظ ہو گئیں اور آپؐ اس میں کمی بیشی نہیں کریں گے۔پھر ایسا ہی ہوا کہ جب آپ ﷺ ہجرت کے لیے مدینہ منورہ روانہ ہوئے توحضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ امانتیں تم صبح مالکان کو دے میرے پیچھے مدینہ منورہ آجانا۔[4]

1۔محمد بن یوسف الصالحہ، سبل الہدی الرشادفی سیرت خیر العباد، مترجم، ذوالفقار علی ساقی، زاویہ پبلیشرز، دربار مارکیٹ،لاہور، جلد2، صفحہ 679،681

2۔ملک محمد عبداللہ ایم۔اے،تاریخ اسلام، صفحہ 33،34

3۔ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن،سورۃالانعام،حاشیہ 21، جلد 1، صفحہ 534،535

4۔ابوالحسن ندوی،نبی رحمتﷺ ، صفحہ 212،213

کوہ صفا پر جب حضور ﷺ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا : اے بنی عبدالمطلب،اے بنی فہر،اے بنی کعب اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایک لشکر ہےاور تم پر حملہ کرنا چاہتاہے تو کیا تم میری اس بات کا یقین کرو گے؟

عرب حقیقت پسند اور عملی لوگ تھے انھوں نے ایک شخص میں سچائی،امانتداری،دیانت داری اور خیر خواہی کا بارہا تجربہ کیا تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہیں اور پہاڑ کی دوسری طرف اس کو نظر آرہا ہے تو ان کی دیانت،انصاف پسندی اور اس امین وصادق مخبر کی اطلاع و خبر نے ان کی رہنمائی کی اور ان سب نے کہا کہ ہم یقین کرتے ہیں۔[1]

رسول اللہ نے اپنے صحابہ کی تربیت عقول کے اعتبار سے کی ہے ہر صحابی کا جو مزاج اور طبیعت تھی اس کے مطابق تربیت کی۔جیسے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ ان کی طبیعت میں فقر تھا اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی طبیعت میں غنایت اور حیاء بہت زیادہ تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کی تربیت عقول کے اعتبار سے فرمائی۔حضرت ابوذر غفاری کی مزاج میں فقر تھا۔زیادہ تر فقر کی احادیث ان سے مروی ہے

شام کا وقت ہے رسول اللہ ﷺ احد پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے،حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ ساتھ ہے۔جب احد کا پہاڑ نظر آیا۔رسول اللہﷺ نے جبل احد کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا ابوذر،یہ کون سا پہاڑ ہے؟میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ احد کا پہاڑ ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے،مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ یہ میرے لئے سونے کا بن جائے جس میں سے اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرتا رہوں اور ایک قیراط بھی چھوڑ دوں،میں نے عرض کیا،یارسول اللہ،قنطار؟نبی کریمﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ایک قیراط،پھر فرمایا میں کم از کم کی بات کر رہا ہوں۔زیادہ کی بات ہی نہیں کر رہا۔[2]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو رشتے میں رسول اللہﷺ کے چچا تھے آپﷺ نے ان کی ایسی اخلاقی تربیت فرمائی آپﷺ کو جب ابوجہل سخت اور سست کہا،اور آپﷺ کے دین کی توہین اور برائیاں بیان کی۔عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے یہ سارا ماجرہ دیکھا اور حضرت حمزہ بتلایا۔حضرت حمزہ مسجد حرام میں آئے اور ابو جہل کے سر پر کمان ماری اور اسے زخمی کر دیا۔اور رسول اللہﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے تمھارا بدلہ لے لیا ہے۔رسول اللہ اخلاقی تربیت فرماتے ہوئے فرمایا: چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ہاں اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے زیادہ خوشی ہو گی۔تو حضرت حمزہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

مکی دور میں حضورﷺ کی خواتین صحابیات کی اخلاقی تربیت ومحبت:

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے علاوہ صحابیات کی بھی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ وہ بھی کسی قربانی میں صحابہ کرام سے پیچھے نہیں تھیں۔ہجرت کے موقعہ پر جب رسول اللہ ﷺ غار ثور میں قیام فرمایا۔حضرت ابو بکر صدیق بڑی صاحبزادی حضرت اسماء تین دن تک غار ثور میں کھانا پہچاتی رہی،اور نبی ﷺ نے اپنی صحابیات کی بھی ایسی تربیت کی تھی کہ اس قدر انعام کا لالچ ان کے دل کو بھی نہ للچا سکا۔

1۔ابوالحسن ندوی،نبی رحمتﷺ ، صفحہ 152

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

2۔احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، حدیث نمبر، 21655، مترجم، محمد ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ، اقراء سینٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور، جلد 10، صفحہ 112۔

حضرت خدیجہ رسول اللہ ﷺ کی اخلاق سے متاثر ہوئی، رسول اللہ ﷺ کی امانت داری سے متاثر ہوئی تو آپ ﷺ کی بزنس ڈیل سے متاثر ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت خدیجہ کا سامان تجارت شام کے شہر بصری میں لے کر گئے اور وہاں فروخت کر دیا۔ جو قیمت وصول ہوئی اس سے شام کی مصنوعات اور مغربی ممالک سے درآمد شدہ چیزیں خرید لیں اور واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔اس سفر میں حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا رسول اللہ ﷺ جب مرالظہران کے مقام پر پہنچے۔آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ آگے چلا جائے اور اپنی مالکہ کو کامیاب تجارتی سفر کی خوشخبری دے۔اس سال تجارت میں حضرت خدیجہ کو پہلے سے دو گنا نفع ہوا تھا میسرہ نے اس طویل سفر میں نبی کریم ﷺ کی عفت و دیانت، سیرت کی پختگی، کردار کی بلندی، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حسن سلوک، معاملہ فہمی اور کاروبار میں مہارت کے جو روح پرور مناظر دیکھے تھے ان کا تذکرہ کیا 1۔

حضرت خدیجہ رسول اللہ ﷺ کی اس خاموش تربیت اور اخلاق کی وجہ سے متاثر ہوئی کہ جب نبی کریم ﷺ نے جب اسلام کی دعوت دی۔ تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ نے آپ کی دعوت قبول کی۔

یہ تربیت ہی کا ثمر تھا کہ جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ واپس گھر تشریف لائے۔حضور ﷺ کا دل کانپ رہا تھا۔ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا مجھے چادر اوڑھاؤ، مجھے چادر اوڑھاؤ، انھوں نے نبی کریم ﷺ پر چادر ڈال دی، یہاں تک کہ وہ ہر اس دور ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے سارا ماجرا سنایا اور فرمایا: مجھے اپنے بارے میں ڈر لگ رہا ہے آپ نے عرض کی ہر گز نہیں۔

خدا کی قسم، اللہ تعالی کبھی آپ کو بے آبرو نہیں کرے گا۔آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں کمزوروں اور نادانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو مفلس نادار ہو اس کی اپنی نیک کمائی سے حصہ دیتے ہیں مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں حق کی وجہ سے کسی پر مصیبت آ جائے تو اس کی مدد کرتے ہیں۔اور دستگیری فرماتے ہیں اور جس شخص میں یہ خوبیاں ہوں اللہ تعالی کی یہ سنت ہے کہ وہ ایسے شخص کو ذلیل نہیں کرتا۔بلکہ اس کی عزت و آبرو کا خود نگہبان ہوتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے صحابیات کی ایسی تربیت فرمائی کہ کوئی بات بھی ان کو راہ راست سے ہٹا نہیں سکتی تھی مکہ میں مشرکین مکہ نے صحابہ کرام اور صحابیات پر ظلم و ستم کیا اس دور میں ایسا ظلم و ستم کہیں اور روا نہیں رکھا گیا۔حضرت زنیرہ رومیہ پر اتنے مظالم ڈھائے ان کی بینائی جاتی رہی۔اس پر ابو جہل نے انھیں کہا کہ لات و عزی نے تجھے اندھا کر دیا، اس نے جواب دیا یہ تو پتھر کے بت ہیں اور یہ مصیبت (آزمائش) میرے اللہ کی طرف سے ہے اگر اللہ تعالی چاہے تو میری بینائی واپس کر دے۔
یہ رسول اللہ ﷺ کی تربیت تھی کہ صحابہ کرام اور صحابیات
نے اس وقت بھی توحید اور رسالت پر استقامت اختیار کیں اور باطل قوتوں کے آگے سر نہیں جھکایا، اللہ تعالی ان کی استقامت اس قدر پسند آئی کہ دوسرے دن اللہ تعالی اس کی بینائی واپس کر دی۔[1]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

1۔ محمد کرم شاہ الازھری، ضیاء النبی ﷺ، جلد 2، صفحہ 130، 131۔

2۔ ابن الاثیر، علی بن محمد الجزری، اسد الغابہ فی المعرفۃ الصحابہ، جلد 6، صفحہ 122، 123

جب مکہ میں کمزور مسلمانوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام لانے کی وجہ سے تکالیف دی جا رہی تھی ان میں حضرت عمار بن یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا بھی تھی جنھیں اسلام قبول کرنے کی وجہ سے تکالیف دی گئی۔ ابن سعد نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں نے اس شخص سے سنا جس نے حضرت عمار کو دیکھا ہے: انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمار کو دیکھا اس نے صرف شلوار پہنی ہوئی تھی میں نے ان کی کمر پر نشانات دیکھے، میں نے عرض کی : " یہ کیا ہے " انھوں نے کہا " یہ اس وجہ سے ہیں کہ قریش مجھے اذیت دیتے تھے وہ مجھے تپتی ہوئی چٹان پر پھینک دیتے تھے۔ حضرت سمیہ کو اس قدر اذیتیں دی گئی کہ آپ شہید ہو گئی، حضور ﷺ کا ان سے (آل یاسر سے) محبت کا انداز دیکھئے کہ جب بھی آپ ﷺ کا ان سے گزر ہوا اور انھیں تکلیف دی جا رہی ہوتی تو آپ ﷺ فرماتے: آل یاسر، صبر کرو، تم سے جنت کا وعدہ ہے۔[1]

حضور ﷺ کی صحابہ کرام محبت کا انداز

حضور ﷺ کی صحابہ کرام کی محبت میں دار ارقم جانا

کوہِ صفا پر ان کا ایک مکان تھا۔ جسے آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی رہائش کے لیے مختص کر دیا تھا۔ اسے دار ارقم اور دار اسلام کہا جاتا تھا۔ اور یہ اسلام میں سب سے پہلی عمارت تھی جو وقف کی گئی تھی۔ رسول اللہؐ کے خفیہ تبلیغ کے سبب جو لوگ مسلمان ہوئے تھے تو رسول اللہ ﷺ دار ارقم میں تشریف لے جاتے اور صحابہ کرام بھی وہاں آجاتے اور آپؐ کے ارشاد عالیہ سے مستفید ہوتے۔ مسلمان اکثر یہیں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔ یا پہاڑوں کی گھاٹیوں میں نکل جاتے اور وہاں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا دار ارقم میں جانا صحابہ کرام کی محبت کی وجہ سے تھا ہر لیڈر یہ چاہتا ہے کہ میرے کارکن کو کوئی نقصان نہ ہو۔ بلخصوص جب اور اقلیت میں ہوں۔ اس لیے آپؐ نے صحابہ کرام کی محبت کی وجہ سے تاکہ انہیں کوئی نقصان نہ ہو آپؐ دار ارقم تشریف لے گئے۔

مکی دور اور عصر حاضر کا موازنہ :

رسول اللہ ﷺ مکی دور میں تربیت اور محبت کا ایسا نظام وضع کیا جس کے نتیجے میں اعلی شخصیات تیار ہوئیں۔ مکی دور میں رسول اللہؐ نے انفرادی کام کیا، ایک ایک آدمی کے پاس جا کر اسلام و توحید کی دعوت دیتے۔ آپؐ شخصیات تیار کیں۔ موجودہ دور میں بھی انفرادی کام کرنا پڑے گا، تب جا کر ہم شخصیات تیار کر سکیں گے۔ اگر کوئی سپہ سالار بنانا چاہتا ہے۔ وہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زید بن حارثہ وغیر ھم کی حالات زندگی کا مطالعہ کریں۔

مکی دور تربیت و محبت سے موجودہ سماجی و معاشرتی مسائل کا حل

کسی بھی معاشرے کی فلاح، معاشرے میں سماجی انصاف کی فراوانی پر موقوف ہے جس معاشرے میں ناانصافی ہو، ظلم و جبر ہو، اس معاشرے میں انسانی قدروں کی پامالی، حقوق انسانی کی ناقدری، بے اطمینانی، بدامنی ہوتی ہے۔

1۔ محمد بن یوسف الصالحہ الشامی، سبل الہدی الرشاد فی سیرت خیر العباد، مترجم، ذوالفقار علی ساقی، زاویہ پبلیشرز، دربار مارکیٹ، لاہور، جلد 2، صفحہ 885، 886۔

جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے، دنیا کے تمام ملکوں اور خطوں میں بالعموم اور عرب معاشرہ میں بالخصوص تمام خصوصیات فاسدہ نمایاں طور پر پائی جاتی تھیں۔ یعنی معاشرہ فلاح و کامرانی سے دور، سیاسی، معاشی، مادی و اخلاقیات سے خالی تھا، اس کی عکاسی قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔[1] ترجمہ: خشکی کی اور تری میں لوگوں کے ہاتھوں سے کی ہوئی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیاتا کہ اللہ انھیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چھکا،ئے شاید وہ باز آجائیں۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو معاشرہ پروان چڑھا۔ وہ اپنی اساس پر اور متعینہ مقاصد کے تحت کب اور کس طرح وجود میں آیا؟ نیز وہ معاشرہ اپنی توسیع اور تکمیل کے اگلے مراحل میں کس طرح بصورت منتقل ہوا؟ اور پھر آپ نے مفروع اور کمال کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے کامیابی اور کامرانی سے کس طرح ہمکنار ہوا؟ یہاں تک کہ وہ آئندہ آنے والے تمام زمانوں کے لیے مینار نور ثابت ہوا اور آج تک چمک رہا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس وقت مکہ مکرمہ کا معاشرہ دیگر معاشروں کی طرح خون، نسل، خاندان، زبانوں اور وطن کی روایتی بنیادوں پر استوار تھا۔ لیکن اہل عرب کو اپنے وطن، اپنی زبان کی وسعت، فصاحت وبلاغت وقت پر اس درجہ ناز تھا کہ وہ دوسری اقوام کو خاطر میں نہ لاتے تھے حتی کہ انھوں نے دوسری اقوام کو "عجم" (گونگا) قرار دیتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کے مرکزی شہر مکہ خانہ کعبہ موجود تھا۔ جو اپنی تعمیر وتاریخ کے حوالے سے اصلا اللہ کا گھر تھا لیکن اس وقت ایک بت خانہ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ یعنی وہ بہت سارے بت رکھے ہوئے تھے اس وجہ سے اس کی یہ شکل ہیبت بن چکی تھی گویا اس کے مقدس و محترم ہونے میں کوئی شک نہیں تھا۔ اس مقدس گھر کی حفاظت و مجاورت قریش کے کے ذمہ پر تھی۔ قریش بہت زیادہ مہمان نواز تھے جو لوگ دوسروں علاقوں سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ قریش مکہ ان کی خدمت بہت کرتے تھے۔ اس لحاظ یہ مقدس گھر مکہ کی عزت وشہرت کا باعث تھا۔

مکی دور کا نبوی معاشرہ:

جب رسول اللہ ﷺ داعی حق بن کر تشریف لائے۔ اور نئی تہذیب کی آبیاری آپ کے پیش نظر تھی۔ اور ایک نئے معاشرہ اور ایک نئے مجتمع کے آپ ﷺ تشکیل فرمارہے تھے۔ اس لیے اصلاح وفلاح کے لیے آپ نے معاشرہ میں پھیلی ہر جھوٹی بات اور فکر و خیال پر کلمہ توحید چلا کر ذہین وفکر کی زمین ہموار کی۔ اور صرف کلمہ توحید سے ہی ایک نیا گلشن فکر و عمل وجود میں آیا۔ یہاں تک کہ زمین وآسمان کی کہی وسعتوں میں یہ آواز سنائی دی گئی کہ برتری وسروری صرف اس ذات کے لیے ہے۔ جو تحت الثری کی گہرائیوں سے لے کر آسمانوں تک جس کی بادشاہی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے : وَهُوَ الَّذِىْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۔ وَتَبَارَكَ الَّذِىْ لَه مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَاۚ وَعِنْدَه عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔[1]

1۔ سورۃ الروم 30 / 41

ترجمہ : وہی آسمان میں عبادت کا مستحق ہے اور وہی زمین میں عبادت کا مستحق ہے وہی بہت حکمت والا اور بے حد علم والا ہے۔ وہی بہت برکت والا ہے وہ جس کے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی ہر چیز پر حکومت ہے۔ اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے اور تم سب نے اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

مکی دور تربیت ومحبت سے موجودہ نفسیاتی مسائل کا حل

مکی دور میں رسول اللہ ﷺ توحید ورسالت کا درس دیتے تھے اور اللہ کے ذکر اور اس کی عبادت کا درس فرماتے۔ کیونکہ حج، روزہ، جہاد وغیرہ کے احکام بعد میں (مدینہ) فرض ہوئے وہاں (مکہ) میں " قولو ا لا الہ الا اللہ " تنہائی میں بھی جا کر اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ جدید نفسیات کے لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ تم دماغ میں ایک سوچ بنالو کہ ایک طاقت ہے جو میرے ساتھ ہے تو جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے یا مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں تو وہ اگر شعور میں (ذہن) ایک خیال بنالیں کہ ایک طاقت ہے جو میرے ساتھ ہے تو اس کے بھی کام ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ تو مسلمان کو تو یہ بتایا گیا ہے کہ تم ہر وقت یہ ذہن میں رکھو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔ جب وہ (مسلمان) یہ تصور کرے گا کہ اللہ تعالی میرے ساتھ ہے تو اس کے تمام نفسیاتی مسائل حل ہو جائیں گے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کرام کے ساتھ اس وارفتگی کے ساتھ محبت، پیار اور احترام کا رشتہ تھا یعنی رسول اللہ ﷺ کی صحابہ سے محبت تھی اور صحابہ کرام کی رسول اللہ ﷺ کی محبت کی وجہ سے ایسی عقیدت و محبت تھی کہ اس سے تربیت حاصل کرنے میں صحابہ کرام کو بہت آسانی ہوتی تھی۔ مکی دور کے صحابہ کرام کی تربیت کا جو انداز تھا، اس کی مختلف انداز کے ساتھ وضاحت ہوئی ہے۔ موجودہ دور کے ساتھ تقابل کرنے لیے انفرادی طور پر مکی دور کے معاشی، معاشرتی، سماجی، نفسیاتی جتنے بھی مسائل ہیں ان کو دیکھ کر ہم موجودہ مسائل کا حل کر سکتے ہیں۔ مکی دور کے صحابہ کرام کی تربیت کے انداز کو عالم کے لیے رہنمااصول واضح کرنا ۔موجودہ دور میں اگر کوئی دولت منداور تاجر ہو تو وہ مکہ کے تاجر کی تقلید کرے۔اگر کوئی غریب ہو، تو شعب ابی طالب کی قیدی کی کیفیت سنو، اگر تم استاد ہو تو دار ارقم میں صحابہ کرام کی تربیت کرنے والے معلم قدس کو دیکھو، اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض سرانجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مدد گار نبی ﷺ کا اسوہ تمھارے

سامنے ہے۔ اگر کوئی یتیم ہو تو وہ عبداللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولے۔ اگر کوئی بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھے۔ اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو۔ اگر کوئی سفر کاروبار میں ہو تو بصری کے کاروان سالار کی مثالیں پڑھو۔ غرض کوئی جو کوئی بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو، تمھاری زندگی کے لیے نمونہ تمھاری زندگی کی درستی واصلاح کے لیے سامان تمھاری ظلمت خانہ کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ صرف مکی دور کو ہی سامنے رکھا جائے تو بہت سارے ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ موجودہ دور کے مذہبی قائدین جو ہیں وہ اپنے اندر سے مادیت کو ختم کریں ۔اور روحانیت کو کے کر آئیں۔ اپنی ذات کو پیچھے کریں اور اسلام کو آگے لے کر آئیں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کو آگے کیا کہ میں صادق اور آمین ہوں۔ لیکن ہر جگہ اللہ تعالی کی بات کی۔" قولوا لا اله الا الله تفلحوا " اپنی وجاہت کی بات نہیں کی۔

1۔ سورۃ الزخرف 43 /84،85

بلکہ رسول اللہ ﷺ غلاموں کے ساتھ، عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے تناول فرمالیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک عربی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ موجودہ دور کے لیڈرا گر مساوات محمدیؐ کے طرز پہ آجائیں (زندگی گزاریں) تب کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تکمیل شخصیت کے لیے اپنی ذات کو قربان کرناپڑھتا ہے۔ ہر لحاظ سے قربانی دینی پڑھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی شخصیت کو ہر لحاظ سے قربان کیا۔ اپنی ذات کو سامنے لے کر آئیں ہیں ۔جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کو سامنے لے کر آئے تب جاکر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تربیت و محبت کا عظیم نمونہ صحابہ کرام کی زندگیوں میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے مکی دور میں صحابہ کو دین کی بنیادی تعلیمات، صبر، استقامت اور اخلاق حسنہ کی تربیت دی۔ آپ ﷺ کی بے پایاں محبت اور شفقت ہر لمحہ صحابہ کے ساتھ رہی، جس کا اثر آج بھی مسلمانوں کی زندگیوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دورِ حاضر میں ہمیں آپ ﷺ کے ان تربیتی اصولوں اور محبت کے طریقوں کو اپنانا چاہیے تاکہ ہم بھی اپنی زندگیوں میں کامیابی و کامرانی حاصل کر سکیں۔ اس طرح ہم آپ ﷺ کی سنت کو زندہ رکھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو بہتر بنا سکتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کی صحیح روح کو سمجھ اور پھیلا سکتے ہیں۔